ہیں ان کا پورا پورا فائدہ اٹھایئے، ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجیے، اور کام ختم ہونے کے بعد واپس جاکر اپنے اپنے مقامات پر ہدایات کے مطابق عمل شروع کر دیجیے۔

اس کے بعد قیم جماعت نے جماعت کی سالانہ رپورٹ اور مرکزی بیت المال کے سالانہ حسابات پیش کیے جو اجتماع ٹونک کی روداد میں درج ہو چکے ہیں۔ پھر مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب قیم حلقہ مدراس نے اپنے حلقے کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔

دوسرا اجلاس اسی روز نماز مغرب کے بعد دوسرا اجلاس منعقد ہوا۔ یہ بھی کھلا اجلاس تھا۔ اس اجلاس میں حاضرین کی تعداد چھ سات سو کے درمیان تھی۔ چونکہ امیر جماعت کو پہلے اجلاس میں مسلسل تین گھنٹے بیٹھنے سے بہت تکان اور گردے میں کچھ تکلیف بھی شروع ہو گئی تھی اس لیے وہ شریک نہ ہو سکے اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو اپنی نیابت کے لیے مقرر کر دیا۔ سب سے پہلے مولوی مظہر الدین صاحب صدیقی نے جماعت کی دعوت کو انگریزی میں لکھی ہوئی تقریر کے ذریعے پیش کیا۔ یہ تقریر الگ پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دی جائے گی۔ پھر قیم جماعت نے حسب ذیل تقریر کی:

صاحب صدر اور معزز حاضرین! دنیا کا ہر مسلک اور نظام زندگی چند اصولوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اپنے کچھ خاص مقتضیات و مطالبات رکھتا ہے۔ اُس مسلک کو ماننے اور قبول کرنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کے ان مقتضیات اور مطالبات کو پورا کیا جائے، جن جن باتوں کو اختیار کرنے کا اس کے اصول تقاضا کریں، ان کو بلا تامل اختیار کر لیا جائے، جن جن امور سے وہ منع کریں ان کو بلا چون و چرا ترک کر دیا جائے، اور جس اور جیسے تغیر کا بھی وہ زندگی، اس کے معاملات اور تعلقات میں مطالبہ کریں وہ بلا تردد کر ڈالا جائے خواہ ایسا کرنے سے کتنے ہی بڑے نفع سے دستکش اور کتنے ہی بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑے۔ جو لوگ اس طرح کسی مسلک کو مانیں وہی دراصل اس کے اصلی اور سچے ماننے والے ہوتے ہیں، انھیں کے ذریعے سے وہ دنیا میں فروغ پا سکتا ہے اور اگر اسے بالفعل دنیا میں برپا کرنا ہو تو ایسے ہی لوگوں کا ایک مضبوط گروہ اس کے لیے درکار ہوتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کوئی مسلک یا نظام زندگی دنیا میں برپا ہوا ہے ایسے ہی ماننے والے لوگوں کے ہاتھوں ہوا ہے۔ باقی رہے

وہ لوگ جو صرف زبانی جمع خرچ کرنے والے ہوتے ہیں، زبان سے تو اسے ماننے کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کی زندگی اور اعمال و معاملات یہ شہادت دے رہے ہوتے ہیں کہ وہ نہ اس کے لیے اپنا کوئی نفع یا کوئی دلچسپی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں اور نہ کوئی تکلیف یا کوئی نقصان ہی اٹھانے کے لیے آمادہ، تو ایسے منافق پیرو اس مسلک کے حق میں صریح منکروں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ وہ اگر ماننے کا اقرار کرتے ہیں تو اپنے قول میں جھوٹے ہیں اور ان کے اس عمل کی موجودگی میں ان کی تکذیب کے لیے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ ان کا مقام خود اس مسلک کی رو سے اور اس کے سچے علمبرداروں کے نزدیک صریح منکروں سے بھی پیچھے ہے۔ وہ مار آستین اور چھپے دشمن ہیں جو دوستی کے روپ میں اندر ہی اندر جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ ایسے لوگ کسی جماعت یا پارٹی میں صرف اسی وقت تک پنپ سکتے ہیں جب تک کہ وہ ظاہر نہ ہوں یا پھر جماعت میں اس قدر جماعتی شعور یا ایسی تنظیم اور قوت موجود نہ ہو کہ ایسے لوگوں کو کاٹ پھینکے۔

میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کی وضاحت کے لیے اپنے اس ملک ہی میں رائج دو بڑے مسلکوں کو لے لیجیے۔ ان میں ایک "ہندوستانی قومیت" یا "وطن پرستی" کا مسلک ہے جو ملک کی تین چوتھائی سے زیادہ آبادی کے لیے دین اور دھرم کا قائم مقام بن گیا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہندوستان نامی ملک اور اس میں بسنے والے لوگوں کی اکثریت کے مفاد کو دنیا جہان کی ہر شے پر مقدم رکھا جائے، یعنی جو لوگ اس مسلک کو ماننے کے دعویدار ہیں وہ اس ملک کو فائدہ پہنچانے اور اسے نقصان سے بچانے کے لیے ہر بازی کھیلنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں قطع نظر اس سے کہ ایسا کرنے میں دوسرے ملکوں، قوموں یا خود اسی ملک کے بعض دوسرے چھوٹے گروہوں کو کتنا ہی بڑا نقصان پہنچتا ہو اور خواہ ایسا کرنا انسانی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے کتنا ہی گھناؤنا اور شرمناک فعل ہو۔ چنانچہ "وطن پرست" جماعتوں میں اسی جذبہ و عمل کے لوگوں کو جگہ مل سکتی ہے، اور اگر ان کے اندر اس طرح کا جذبہ و عمل موجود نہ ہو تو ان کے لیے ان جماعتوں میں جگہ پانا تو درکنار وہ ان کے باغی قرار پائے بغیر نہیں رہ سکتے خواہ وہ اخلاق و انسانیت اور سیرت و کردار اور دوسرے تمدنی معیارات کے

مخالف سے کتنے ہی بڑھ کر کیوں نہ ہوں۔ اس کی بے شمار مثالیں وطن پرست جماعتوں کے ہاں موجود ہیں۔ کسی حوالے کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح دوسرا مسلک "قوم پرستی" یا "نری قومیت" کا ہے۔ اسے قبول کرنے اور ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی قوم کے مفاد کو باقی تمام دنیا کے مفاد پر مقدم رکھا جائے، ہر اس کام کو بے دریغ کر ڈالا جائے جس سے اپنی قوم کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو یا پہنچنے کی توقع ہو اور ہر اس کام کو بجبر روک دیا جائے جس سے اپنی قوم کو کوئی نقصان پہنچتا ہو یا پہنچنے کی توقع ہو، قطع نظر اس سے کہ اس سے دوسری قوموں اور ملکوں پر یا اخلاق اور انسانیت پر کتنا اور کیسا ہی اثر پڑتا ہو۔ "قوم پرستی" کا مستقل اصول یہ ہے کہ ہر وہ طریقہ اور کام جائز اور پسندیدہ ہے جس سے قوم کو کچھ بھی فائدہ پہنچتا ہو اور ہر وہ کام ناجائز اور غلط ہے جس سے قوم کو کوئی نقصان پہنچتا ہو۔ اس ملک میں اس کی بیسیوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں، حتیٰ کہ خود مسلمانوں میں سے جو لوگ فی الواقع "قوم پرستی" کے اصول کو ماننے والے اور اس کے سچے علمبردار ہیں ان کے نزدیک بھی اگرچہ سود، شراب اور ناچ گانا سب مذہباً ناجائز اور حرام ہیں لیکن وہ مسلم بنک، مسلم انشورنس کمپنیاں، ملت آرٹ پروڈکشن اور دوسری فلم کمپنیاں اس لیے دھڑا دھڑ کھولے جا رہے ہیں اور شراب اور دوسری حرام چیزوں کے ٹھیکے اس لیے پوری ڈھٹائی کے ساتھ لیے اور دیے جا رہے ہیں کہ قوم کا مفاد اس وقت انھیں اسی میں دکھائی دیتا ہے۔ اسی "قوم پرستی" کا یہ نتیجہ ہے کہ اپنی سیاست، معاشرت اور معیشت اور زندگی کے اجتماعی معاملات میں کسی جگہ انھیں یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ جس دین کو ماننے کی وجہ سے وہ مسلمان قوم اور اپنے حقوق کے دعویدار بنتے ہیں وہ اس بارے میں کچھ ہدایات دیتا اور حدود معین کرتا ہے یا نہیں۔ ان کے ہاں ہر اس شخص کے لیے نہ صرف ممبری اور لیڈری کی، بلکہ پیشوائی اور قیادت تک کی جگہ خالی ہے جس سے قوم کو کوئی فائدہ پہنچنے کی توقع ہو، قطع نظر اس سے کہ اس کی زندگی اور سارے معاملات اسلام کے بنیادی اصولوں تک کے بارے میں کیسی ہی شہادت پیش کر رہے ہوں اور قطع نظر اس سے کہ اس سے اسلام کو کتنا ہی بڑا نقصان پہنچ رہا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ "قوم پرست" ہیں اور

ان کے نزدیک قوم کا مفاد دنیا کی ہر دوسری شے پر مقدم ہے۔ وہ دین کو گرتا ہوا دیکھ سکتے ہیں لیکن قوم کو کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتے۔

حضرات۔ اسلام بھی جس پر میں اور آپ ایمان کے دعویدار ہیں، ایک مسلک ہے۔ اس کے کچھ اصول ہیں۔ یہ بھی اپنے کچھ معین معتقدات اور مقتضیات رکھتا ہے۔ دنیا کے دوسرے مسلکوں اور نظام ہائے زندگی کی طرح یہ بھی اپنے ماننے والوں اور علمبرداروں سے کچھ اپنی باتیں منواتا اور کچھ چیزیں اور طریقے چھوڑواتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں اور معاملات وغیرہ کو بدل کر اس کے بتائے ہوئے سانچوں میں ڈھالیں۔ وہ ان سے تقاضا کرتا ہے کہ اگر وہ اپنے ایمان میں واقعی صادق ہیں تو دنیا کی کسی دوسری شے کی اس کے اور اس کی تعلیمات کے مقابلے میں پروا نہ کریں، تمام ان کاموں کو بلا تامل کرتے چلے جائیں جن کے کرنے کا وہ حکم دے اور تمام ان چیزوں کو اپنی زندگیوں سے بلا چون وچرا خارج کر دیں جن سے وہ منع کرے۔ جس طرح دنیا کے دوسرے مسلک اصرار کرتے ہیں کہ ان کے پیرو اپنے ہر کام اور ہر معاملہ میں ہر آن شہادت پیش کریں کہ وہ اپنے ایمان میں سچے اور اپنے اصول کے پکے ہیں، اسی طرح اسلام بھی اپنے پیروؤں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اگر تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو تو اپنی پوری زندگی، اس کے سارے معاملات اور اس کے تمام تعلقات سے یہ شہادت پیش کرو کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو۔ اپنی انفرادی خاندانی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور اجتماعی زندگی اور اس کے ہر گوشے میں اپنے ایمان کے سچے گواہ بنو۔ اس بات کا ثبوت پیش کرو کہ تمھیں اسلام دنیا کی ہر چیز سے، اپنی ذات سے، اپنے اہل وعیال اور اپنے خاندان سے، اپنی قوم اور قبیلے سے، اپنے ملک اور وطن سے بڑھ کر عزیز ہے۔ تم اپنے آپ کو، اپنے خاندان کو، اپنی قوم اور ملک کو اور پوری دنیا کو بھی خطرے میں ڈال سکتے ہو لیکن خدا کے دین کو خطرے میں پڑتے دیکھنا تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔ ان کا بڑے سے بڑا نقصان گوارا کر سکتے ہو لیکن جیتے جی خدا کے دین کا کوئی نقصان گوارا کرنا تمھارے لیے ناممکن ہے۔ ایسے ہی لوگ خدا اور رسول کے نزدیک سچے مسلمان ہیں، انھیں کے ہاتھوں اسلام فروغ پا سکتا ہے

اور اگر کبھی پھر اسلام دنیا میں دین کی حیثیت سے برپا ہوا اور اس پر قرون اولیٰ کی سی بہار آئی تو ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں آئے گی۔

باقی رہے وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ "وطن پرست" اور "قوم پرست" اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ اور کیا کیا بھی بنتے ہیں تو یہ بیچارے یا تو اسلام ہی کو سرے سے نہیں سمجھے، یا پھر دوسرے مسلکوں کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں، یا پھر دونوں طرف سے کورے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں، ہر مسلک اپنے مخصوص مطالبات اور تقاضے رکھتا ہے اور یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ آدمی بیک وقت دو مختلف اور باہم مخالف مسلکوں کے مطالبے اور تقاضے پورے کر سکے۔ لہٰذا جو شخص ایک ہی وقت میں دو ایسے مسلکوں کا پیرو بنتا ہے وہ لامحالہ ایک کا مومن اور دوسرے کا منافق، ایک کا وفادار اور دوسرے کا غدار بن کر رہے گا۔ یا پھر دونوں طرف کے لوگوں سے دھوکہ بازی کرے گا۔ بالخصوص "اسلام" تو چونکہ اپنے ماننے والوں کی پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے کے لیے معین ہدایات دیتا ہے اور اس کا مطالبہ ہی اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً کا ہے، اس لیے ایک مسلمان تو ایک وقت میں بس مسلمان ہی ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں، اور اگر وہ کچھ اور بھی ہونے کا مدعی ہے تو پھر یقین کر لینا چاہیے وہ وہ مسلمان نہیں جو خدا اور رسول کو مطلوب ہے۔ ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے قول اور عمل سے کم از کم حسب ذیل چار بنیادی امور کی شہادت پیش کرے:-

(۱) یہ کہ خداوند عالم کے سوا وہ کسی کے لیے بھی اس زمین پر خدائی، ربوبیت اور حاکمیت کا حق تسلیم نہیں کرتا۔

(۲) یہ کہ وہ کسی ایسی امامت، پیشوائی، رہنمائی اور قیادت کو نہیں مانتا جو خدا اور رسول کی اطاعت و پیروی سے بے نیاز ہو۔

(۳) یہ کہ وہ کسی ایسے قانون کو جائز قانون اور کسی ایسے دستور کو جائز دستور نہیں مانتا جو خدا کی نازل کردہ ہدایت کو اپنا ماخذ اور مرجع تسلیم نہ کرتا ہو۔

(۴) یہ کہ وہ اپنے ہر قول و عمل اور ہر معاملہ کے لیے اپنے آپ کو خدا کے روبرو جوابدہ سمجھتا ہے۔

ان میں سے ہر چیز خداپرستی کے سوا دوسری ہر "پرستی" کی جڑ کاٹ رہی ہے اس لیے کسی دوسری "پرستی" کا جوڑ اس خداپرستی کے ساتھ کسی حال میں بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

یہی وہ امور ہیں جن کی طرف ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو متوجہ کرنے کے لیے یہ دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی جگہ خود اپنی زندگیوں اور کوششوں کا محاسبہ کریں، اپنے معاملات کا، اپنے تعلقات کا، اپنی مصروفیتوں کا، اور اپنی شخصی اور قومی امنگوں کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ وہ کس حد تک اسلام کے ان بنیادی اصولوں کے مطابق ہیں اور کہاں ان سے ہٹ گئے ہیں۔ مفتی اور قاضی آپ کے ایمان و اسلام کا اندازہ کرنے میں غلطی کھا سکتے ہیں، مگر آپ خود اگر خدا کو عالم الغیب اور علیمٌ بذات الصدور جانتے ہوئے اپنے قلب پر نگاہ ڈالیں گے تو آپ کے اپنے ضمیر سے یہ بات نہیں چھپ سکتی کہ جس دین کو آپ اپنی دنیوی اور اخروی نجات کا ضامن مانتے ہیں اس پر آپ کے ایمان کا فی الواقع کیا حال ہے۔ یہ آپ کے زبانی دعوے اور یہ فلک شگاف نعرے انسانوں کو ممکن ہے مرعوب کر دیں اور انھیں کسی غلط فہمی میں بھی مبتلا کر دیں لیکن خدا کے روبرو تو سب حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔ وہاں نعرے اور نام نہیں، نیتیں اور کام دیکھے جائیں گے۔ اسلام کا جو نمونہ آپ اس وقت دنیا میں پیش کر رہے ہیں اس کا نتیجہ تو بجز خسر الدنیا و الآخرۃ کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ کے اس اسلام نے دنیا بھر کو اصلی اسلام سے بدگمان کر کے رکھ دیا ہے اور خدا کی کتاب گواہ ہے کہ ایسے اسلام کی آخرت میں بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ دوسرے مسلکوں اور نظام ہائے زندگی کی طرح اسلام بھی دو ہی صورتیں پیش کرتا ہے کہ یا تو اسے سارے کا سارا قبول کر دو یا پھر اس معاملے ہی کو ختم کر دو۔ یہ مسلمان اور نامسلمان ایک ساتھ بنتے رہنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں اور اگر آپ اس پر اصرار کریں گے تو پھر آپ سے پہلے کی مسلمان قوم یعنی یہودیوں کا انجام آپ کے سامنے ہے۔ اگر آپ اس انجام سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہی ہے کہ خدا کے دین پر فی الواقع ایمان لائیں اور اپنی زندگی اور اس کے معاملات سے، اپنے قول و عمل سے،

اور اپنی دوڑ دھوپ، اور نقل و حرکت سے اسلام کی سچی شہادت پیش کریں۔

اپنے غیر مسلم بھائیوں سے جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ "دین اسلام" نہ مسلمانوں کی ملکیت ہے اور نہ ان کے باپ دادا کی میراث۔ یہ تو سب انسانوں کے لیے زندگی کا ایک ہی صحیح راستہ ہے جو خدا نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے اتارا ہے۔ یہ کوئی نیا راستہ بھی نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے جہاں بھی خدا کی طرف سے کوئی رہنمائی آئی اس میں یہی راستہ بتایا گیا تھا، یعنی یہ کہ انسان صرف خدا کے بندے اور اطاعت گذار اور تابعدار بن کر رہیں، بھلائیوں اور نیکیوں کو اختیار کریں، برائیوں سے بچیں، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کریں، حقداروں کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کریں، کمزوروں اور بیکسوں کو سہارا دیں، خدا کی زمین کا خدا کی مرضی کے مطابق انتظام کریں تا آنکہ خدا کے نافرمان اور شریر لوگ اگر باقی بھی رہیں تو ذلیل بن کر باقی رہیں اور ان کی شرارت اور خباثت سے خدا کے وفادار بندے محفوظ ہوں۔ اس راستہ کا نام عربی میں اسلام ہے۔ دوسری زبانوں میں کچھ اور رہا ہوگا، مگر زبانوں کے فرق کے باوجود اس کی حقیقت ہمیشہ ایک ہی رہی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس بھی خدا کی طرف سے یہی دین اسی طرح بھیجا گیا تھا جس طرح دنیا کی دوسری قوموں کی طرف، اور جس طرح سب کے آخر میں اور اپنی مکمل صورت میں عربوں کی طرف بھیجا گیا۔ آپنے اور دوسری قوموں نے جب اس کا کچھ حصہ ضائع کر دیا، کچھ دوسری چیزوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا اور جو باقی بچا اسے بھی پس پشت ڈال دیا تب یہ ایک ایسی امت کے پاس از سر نو بھیجا گیا جس نے اسے اور اس کے لانے والے کی سیرت کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔ لہٰذا یہ آپ کی اپنی ہی کھوئی ہوئی چیز ہے جو دوسروں کے ہاتھوں آپ کے پاس واپس آئی ہے۔ اسے پرائی چیز سمجھ کر ناک بھوں نہ چڑھائیے بلکہ خدا کا شکر ادا کیجیے کہ جو کچھ آپ نے کھویا تھا وہ پھر واپس مل رہا ہے۔ اگر آپ اس کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو قرآن میں، دیکھیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی زندگیوں میں دیکھیں۔ موجودہ مسلمانوں کی زندگی اور معاملات کو اسلام نہ سمجھ بیٹھیں۔ جس طرح آپ لوگ دین دھرم سے بے نیاز ہو کر وطنیت، قومیت اور دنیا پرستی میں گم ہو گئے ہیں اسی طرح یہ بھی اسلام کو پس پشت

ڈال کر انہی چیزوں میں گم ہو گئے ہیں اور ان کے ہاں اسلام کا مصرف بجز اپنے جلسوں اور جلوسوں میں ایک قومی نعرے کی حیثیت سے استعمال کرنے کے اور کچھ نہیں رہا ہے۔ آپ اسلام کا کھلے دل سے مطالعہ کیجیے۔ اسے ہر حیثیت سے جانچیے اور پرکھیے۔ ہم نے اسے ایک سسٹم کی حیثیت سے اس کی اصلی شکل میں پیش کیا ہے۔ اگر آپ اسے سمجھنے کے لیے تیار ہوں تو ہم آپ کی اس بارے میں ہر مدد کے لیے تیار ہیں۔ حیرت ہے کہ آپ سوشلزم، کمیونزم، نازی ازم اور فاشزم اور دنیا کی ہر تحریک کا کھلے دل سے مطالعہ کرتے اور اس کے حسن و قبح کی بنا پر اس پر غور کرتے ہیں لیکن اسلام کے معاملے میں تعصب کی عینک چڑھا لیتے ہیں اور یہ صرف اس لیے کہ جن لوگوں سے آپ کی ایک رت سے سیاسی کشمکش ہے وہ اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ "اسلام" خدا کا دین ہے اور اس کے بندوں کے لیے اسی طرح نعمت ہے جس طرح اس کی ہوا، پانی، اناج پھل پھول، بارش اور خدا کی پیدا کردہ زمین و آسمان کی باقی ساری چیزیں۔ جب آپ ان نعمتوں کے استعمال سے اس لیے ہاتھ نہیں کھینچتے کہ مسلمان بھی ان کو استعمال کرتے ہیں تو آخر اس نعمت سے محض مسلمانوں کی ضد میں کیوں بھاگتے ہیں۔ میرے عزیز بھائیو! یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے۔ وہ انسان کو حق سے روکنے کے لیے مختلف قسم کی رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ آپ اس کے اس فریب میں مبتلا ہو کر اپنی دنیا اور آخرت خراب کر رہے ہیں۔ ہم خدا کے دین کو آپ کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے جو ہمارے اور آپ کے ربّ نے ہمارے ذمے لگایا ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ نیکی اور بھلائی کی ہر بات جو انھیں معلوم ہو اسے اپنے دوسرے بھائیوں تک پہنچائیں تاکہ وہ بھی ان سے مستفید ہوں اور دنیا سے برائی ختم ہو۔ جب مرنے کے بعد آپ خدا کے روبرو پیش ہوں گے تو آپ سے پوچھا جائے گا کہ میرے کچھ بندوں نے میرا دین آپ کے روبرو پیش کیا، آپ کو اس پر غور کرنے کی دعوت دی لیکن آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ فرمائیے اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟ یہ دن آنے والا ہے اور اس کے آنے میں قلب کی ایک حرکت کے سوا کوئی شے حائل نہیں۔

مجھے امید ہے کہ میرے مسلمان اور غیر مسلم بھائی میری ان گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

اجتماع مدراس کے بعض ناخوشگوار واقعات

جو لوگ ہمارے طریق اور مسلک سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا شیوہ دوسرے افراد یا جماعتوں سے خواہ مخواہ لڑنے جھگڑنے کا نہیں ہے اس لیے ہم نہیں چاہتے تھے کہ ہمارے مدراس کے حلقہ وار اجتماع کے موقع پر وہاں کے بعض غیر ذمہ دار شورہ پشت لوگوں نے جو بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش کی اسے ریکارڈ میں لائیں۔ لیکن عوام کی ان افسوسناک حرکات کے بعد مدراس کے بعض ذمہ دار رہنماؤں اور کارکنوں نے جو روش اختیار کی اور شرارت پھیلانے والے لوگوں کی جس طرح علانیہ تائید کی اور جماعت اسلامی کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی جو کوشش کی اس کی وجہ سے یہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ ہم مدراس کے اس پورے واقعہ کو مختصراً ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں۔

اجتماع کے پہلے اجلاس میں جماعت کی سالانہ روداد سنائی جا رہی تھی کہ ۴ بجے شام کے قریب چالیس پچاس آدمیوں پر مشتمل ایک گروہ مسلم لیگ کا جھنڈا لیے ہوئے نعرے بلند کرتا ہوا اجتماع گاہ کے صدر دروازے پر آکر رکا اور اس نے نعروں اور دوسرے طریقوں سے اسقدر شور مچانا شروع کیا کہ باوجود لاؤڈ سپیکر کے مقرر کی آواز سامعین تک پہنچنی مشکل ہو گئی۔ امیر جماعت نے جو اس وقت اجلاس کے صدر تھے قیم صاحب کو رپورٹ بند کر دینے اور شرکاء اجتماع کو بالکل خاموش اور پرامن رہنے کے لیے کہا اور اجتماع گاہ میں کامل خاموشی چھا گئی۔ باہر سے آنے والا گروہ بدستور شور کرتا رہا۔ کچھ آدمی اجتماع گاہ میں بھی داخل ہوئے اور انھوں نے ابتری پھیلانے کی کوشش کی اور کچھ لوگ اجتماع گاہ کے صدر دروازے پر چڑھ گئے اور انھوں نے دروازہ پر مسلم لیگ کا جھنڈا لگا دیا۔ اس پر جماعت کے جو کارکن دروازہ پر موجود تھے انھوں نے اس گروہ کے لیڈروں سے کہا کہ "بھائی۔ اگر یہ جھنڈا لگانے ہی کی بات تھی تو اس قدر ہنگامہ آرائی کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ہمیں کہتے تو ہم خود سے لگا دیتے۔ اب اندر تشریف لے چلیے اور کارروائی سنیے"۔ چنانچہ

یہ سب لوگ اجتماع گاہ میں بیٹھ گئے اور اجلاس کی کارروائی پھر شروع ہوئی۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ اس ہنگامے کے دوران میں پولیس کی گارد نے جو اپنے انتظامات کے سلسلے میں آئی ہوئی تھی کئی مرتبہ دخل انداز ہونے کی کوشش کی لیکن ہمارے کارکنوں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ اپنے اجتماع میں امن قائم رکھنے کے ہم خود ذمہ دار ہیں، آپ سے ہم کوئی مدد نہیں لینا چاہتے، آپ ہمیں اپنے طریقے پر کام کرنے دیں۔

دوسرے اجلاس میں مولوی مظہر الدین صاحب اور قیم جماعت کی تقریریں تمام حاضرین نے جن کی تعداد پانچ چھ سو تھی نہایت صبر اور خاموشی سے سنیں۔ جب قیم جماعت کی تقریر جو اوپر درج ہو چکی ہے، ختم ہوئی تو مسلم لیگ کے ایک سرکردہ کارکن ڈاکٹر نعمت اللہ صاحب نے حسب ذیل سوال چٹ پر لکھ کر قیم جماعت کو دیا:

"کیا اسلام اور مسلمانوں کی خدمت ایک وقت میں نہیں کی جا سکتی۔ اگر نہیں تو کیوں؟"

اس کے ساتھ ہی ایک مسلم لیگی عالم دین نے جو بہت بزرگ صورت اور عمر رسیدہ تھے حسب ذیل سوال لکھ کر قیم جماعت کو جواب کے لیے دیا:

"اگر ہم کسی فاسق و فاجر شخص کو اپنا رہنما بنا لیں تو کیا ہم جہنم میں جائیں گے؟"

ان دونوں سوالوں کو ہاتھ میں لے کر قیم جماعت مائیکروفون پر ابھی آکر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ دو تین سو آدمی یکدم اجتماع گاہ میں کھڑے ہو گئے اور انھوں نے "مسلم لیگ زندہ باد"، "قائد اعظم زندہ باد"، "پاکستان زندہ باد" اور "جمعیۃ العلماء مردہ باد" کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیے اور اس قدر غل مچایا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ قیم جماعت نے لاؤڈ سپیکر کی مدد سے تمام ارکان اور ہمدرد حضرات کو تلقین کی کہ وہ بالکل خاموش اور پرامن رہیں، بلوائیوں کے کسی قول و فعل کا نوٹس نہ لیں، نہ ان کی کسی حرکت کا کوئی جواب دیں، جماعت اسلامی دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور فساد کو مٹانے کے لیے اٹھی ہے، فساد مچانے کے لیے نہیں اٹھی، اگر خدانخواستہ بلوائیوں کے ہاتھ سے کسی کو چوٹ بھی آجائے تو اسے اس کو صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔ فساد کو

روکنے کے لیے جان دے دینا بزدلی نہیں، بہادری ہے۔ ہم انبیائے کرام کے مشن کو لے کر کھڑے ہوئے ہیں، ہمیں دنیا کو اخلاق کا سبق دینا ہے، ہمیں اپنے پیشوا کی طرح پتھروں کا جواب دعائے خیر سے دینا ہے اس لیے اپنے جذبات پر قابو رکھیے"۔ چنانچہ تمام ارکان اور ہمدرد حضرات اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے اور قطعاً کوئی جوابی حرکت نہ کی۔ پھر بلوائیوں نے سٹیج کی طرف آگے بڑھنا شروع کیا اور ادھر ادھر کچھ جوتے بھی پھینکے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر نعمت اللہ صاحب نے اسٹیج پر پہنچ کر بلوائیوں کو امن کی تلقین کرنی چاہی، لیکن انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے خدا، اور رسول، اور مسلم لیگ اور قائد اعظم ہر ایک کا واسطہ دے کر کہا کہ میری بات تو سن لو، میں لیگ کا کارکن ہوں، اس کے لیے قربانیاں کر چکا ہوں، پاکستان کے لیے جان دینے کو حاضر ہوں لیکن سب بے سود۔ بلوائی بدستور ہنگامہ برپا کرتے رہے۔ آخر ڈاکٹر صاحب نے لیگ کے نعرے لگانے شروع کیے اور جب انھیں سن کر مجمع ذرا خاموش ہوا تو انھوں نے کہا کہ "یہ جمعیۃ العلما کا جلسہ نہیں ہے بلکہ جماعت اسلامی کا اجتماع ہے جو اسلام اور پورے اسلام کی علمبردار ہے اور جس کا مقصد نظام اسلامی کا قیام ہے۔ میں نے مقرر کو سوال لکھ کر دیا ہے اس کا جواب انھیں دینے دیجیے اور جو وہ کہنا چاہتے ہیں اسے سنیے"۔ اتنی بات ہی ڈاکٹر صاحب کہنے پائے تھے کہ ان لوگوں نے پھر شور مچانا شروع کر دیا اور پہلے سے بھی زیادہ ہنگامہ برپا کیا۔ اب ایک اور لیگی کارکن، جو شاید کسی حلقہ کی لیگ کے صدر یا سکریٹری تھے، اسٹیج پر تشریف لائے اور انھوں نے بھی وہ تمام تدبیریں اپنے لوگوں کو خاموش کرنے کی کیں جو وہ کر سکتے تھے لیکن لاحاصل۔ آخر انھوں نے کہنا شروع کیا کہ "میں پاکستانی ہوں۔ یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ ہمارا دشمن ہے، ہم اسے بھون ڈالیں گے وغیرہ وغیرہ"۔ اس سے بلوائیوں کا جوش ذرا ٹھنڈا ہوا تو انھوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ ذرا صبر کریں اور اپنے لیڈر کے سوال کا جواب سنیں۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ بیٹھ گئے، کچھ کھڑے دیکھتے رہے لیکن اجتماع گاہ میں کافی حد تک خاموشی پیدا ہو گئی۔ اس پر قیم جماعت نے حسب ذیل مختصر تقریر کی، اور اجلاس برخاست کر دیا: